29
19

۱۹۶

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۹ مئی ۱۹۵۸ء

قیمت ۴ر

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبر المیت اتاہ ملکان اسودان ازرقان یقال لاحدھما المنکر وللآخر النکیر فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل فان کان مؤمنا فیقول ھو عبد اللہ ورسولہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ھذا ثم یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا فی سبعین ثم ینور لہ فیہ ثم یقال لہ نم فیقول ارجع الی اھلی فاخبرھم فیقولان نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ الیہ حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک وان کان منافقا قال سمعت الناس یقولون قولا فقلت مثلہ لا ادری فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ذالک فیقال للارض التئمی علیہ فتلتئم علیہ فتختلف اضلاعہ فلا یزال فیھا معذبا حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک رواہ الترمذی۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قبر میں مردہ کو رکھ دیا جاتا ہے تو اسکے پاس دو فرشتے کالی کیری آنکھوں والے آتے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نکیر۔ وہ دونوں اس مردہ سے پوچھتے ہیں تو اس شخص کی نسبت کیا کہتا تھا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) پس وہ مردہ جواب میں کہے گا کہ وہ خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہیں (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں۔ کہ ہم کو معلوم تھا تو یہ جواب دے گا۔ اس کے بعد اس کی قبر کو ستر ستر گز طول و عرض میں کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر قبر میں روشنی کی جاتی ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے "سو رہ"۔ مردہ ان سے کہتا ہے۔ میں اپنے اہل و عیال میں واپس جانے کا خیال رکھتا ہوں تاکہ ان کو اس حال سے آگاہ کر دوں۔ فرشتے پھر (یہی) کہتے ہیں کہ (اب) تو سو رہ۔ جس طرح وہ دلہن سوتی ہے جس کو صرف وہی شخص جگا سکتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو اس جگہ سے اٹھائے (یہ کیفیت تو مومن مردہ کی ہے) اور جو (مردہ) منافق ہو وہ ان کے جواب میں کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ لوگوں کو کہتے سنا تھا۔ وہی میں کہتا تھا۔ لیکن میں اس کی حقیقت سے ناواقف تھا۔ دونوں فرشتے اس کے جواب کو سن کر کہتے ہیں ہم جانتے تھے تو ایسا کہے گا۔ پس زمین کو حکم دیا جائیگا کہ اس کو دبا۔ زمین اس کو دبائیگی کہ اسکی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر نکل جائینگی۔ اور وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیگا یہانتک کہ خدا اس کو اس جگہ سے اٹھائے۔

عن البراء بن عازب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول ربی اللہ فیقولان لہ ما دینک فیقول دینی الاسلام فیقولان ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھو رسول اللہ فیقولان لہ وما یدریک فیقول قرات کتاب اللہ فامنت بہ وصدقت فذالک قولہ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت الآیۃ قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنۃ والبسوہ من الجنۃ وافتحوا لہ بابا الی الجنۃ فیفتح قال فیاتیہ من روحھا وطیبھا ویفسح لہ فیھا مد بصرہ واما الکافر فذکر موتہ قال ویعاد روحہ فی جسدہ ویاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان من ربک فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فیقولان لہ ما دینک فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فیقولان ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فینادی مناد من السماء ان کذب فافرشوہ من النار والبسوہ من النار وافتحوا لہ بابا الی النار قال فیاتیہ من حرھا وسمومھا قال ویضیق علیہ قبرہ حتی تختلف فیہ اضلاعہ ثم یقیض لہ اعمی اصم معہ مرزبۃ من حدید لو ضرب بھا جبل لصار ترابا فیضربہ بھا ضربۃ یسمعھا ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر ترابا ثم یعاد فیہ الروح (رواہ احمد وابوداؤد)

براء بن عازب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پس بٹھاتے ہیں اس کو اور پوچھتے ہیں اس سے کہ تیرا رب کون ہے وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر فرشتے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ جو شخص (خدا کی طرف سے) تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ پھر فرشتے پوچھتے ہیں کس چیز نے تجھ کو یہ باتیں بتلائیں۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے خدا کی کتاب کو پڑھا۔ اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ———— کے یہی معنی ہیں خدا کے اس قول کے یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) پھر ایک شخص آسمان سے پکار کر کہے گا۔ کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ پس اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے واسطے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ جس سے ہوائیں اور خوشبوئیں آئیں گی۔ اور حد نظر تک اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جائے گا۔ اب رہا کافر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا ذکر فرمایا۔ اور اس کے بعد کہا کہ پھر اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر وہ پوچھتے ہیں وہ شخص کون ہے جس کو تم میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکار کر کہے گا۔ یہ جھوٹا ہے اس کے لئے آگ کا فرش بچھاؤ۔ آگ کا لباس اس کو پہناؤ

باقی بر صفحہ ۱۳

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم

لاہور ریجن G / ۱۶۳۲۱ - ۳ مئی ۱۹۵۶ء

پشاور ریجن T.B.C / ۲۴۸۱/۲۴۳۰ - ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فی پرچہ ۴ آنے

جلد ۳ | ۱۹ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۵۸ء | شمارہ نمبر ۵۲

اِن سے بچئیے!

ہم اپنے قارئین کرام سے خصوصاً اور باقی مسلمانوں سے عموماً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کا ووٹ آپ کی ذاتی ملکیت نہیں یہ آپ کے پاس آپ کی قوم کی امانت ہے۔ اس کو قوم کے مفاد کے لئے استعمال کرنا آپ کے ذمہ فرض ہے۔ قوم کا مفاد یہ تقاضا کرتا ہے کہ آپ خدا پرست۔ خدا ترس اور قوم پرست، افراد کو ووٹ دے کر بلدیات۔ ڈسٹرکٹ بورڈ صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں بھیجیں تاکہ وہ ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر ملک و قوم کی صحیح معنوں میں خدمت کر سکیں اور دوسروں کی نظروں میں ہمارا قومی وقار جو گر چکا ہے وہ پھر بحال ہو جائے اور اندرون ملک جو قحط سالی گرانی اور بدنظمی پھیل رہی ہے اس سے ہمیں نجات نصیب ہو اور ہم اپنے اسلاف کی طرح دنیا اور آخرت دونوں جگہ سرخرو ہو سکیں۔ اگر آپ اپنے ووٹ کو ذاتی مفاد کے لئے کسی نااہل خودغرض اور سماج دشمن شخص کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں تو قومی لحاظ سے آپ خائن ہیں۔ خائن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کے دل میں ایمان نہیں رہتا۔ گویا ایمان اور خیانت دو متضاد صفات ہیں جو ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ذرا اندازہ فرمائیے کہ جس کو آپ جرم ہی خیال نہیں کرتے وہ حقیقت میں کتنا بڑا جرم ہے۔ اس سے آپ اپنا اور اپنی قوم کا نقصان عظیم کرنے کے علاوہ اپنے ایمان سے دستبردار ہونے کا خطرہ مول لیتے ہیں۔ خدارا آئندہ اس خطرہ سے خود بھی بچئے اور اپنے عزیز و اقربا کو بھی بچائیے۔

انتخابات کے متعلق وثوق سے اس وقت کچھ کہنا مشکل ہے۔ اگرچہ ہم کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرنا چاہتے لیکن سابقہ گیارہ سالہ تجربہ کی بناء پر ہماری رائے یہ ہے کہ اس ملک میں عام انتخابات کا ہونا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ بہرحال حکومت کی طرف سے بار بار یہی اعلان ہو رہا ہے کہ عام انتخابات اس سال نومبر میں ہوں گے۔ خدا کرے یہ اعلانات درست ہوں۔

جوں جوں نومبر کا مہینہ قریب آ رہا ہے سیاسی شعبدہ باز لنگر لنگوٹے کس کر میدان میں اترنے شروع ہو گئے ہیں۔ ان کی طرف سے آپ کو سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں اور کچھ وعدے بھی کئے جا رہے ہیں۔ ان کو دوسروں کی آنکھ کا تو تنکا بھی نظر آتا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہیں دیتا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے تاکہ آپ ان کے جال میں پھنس کر اپنا ووٹ ان کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ آپ نے ان لوگوں کو پورے گیارہ سال آزمایا ہے۔ ان کو دوبارہ ووٹ دینا عقلمندی نہیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ اپنے اور اپنی قوم کے پاؤں پر خود کلہاڑا ماریں گے۔ اس لئے ہم آپ سے درخواست کریں گے کہ ان سیاسی شعبدہ بازوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے تاکہ ہم اپنے اور قوم کے خیرخواہوں اور بدخواہوں میں تمیز کر سکیں۔ آمین یا الٰہ العلمین

آخر میں ہم یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمیں نہ کسی سیاسی پارٹی سے ذاتی پرخاش ہے اور نہ کسی سے کوئی قلبی تعلق۔ ہمارا مطمح نظر صرف ملک اور قوم کی بہبودی ہے۔ جو ملک و قوم کا خیرخواہ ہے۔ ہمیں اس سے انس و محبت ہے جو ان کا بدخواہ ہے ہم اس سے بیزار ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہر پارٹی میں ایسے افراد موجود ہیں جو ملک اور قوم کے بہی خواہ ہیں لیکن اکثریت بدخواہوں کی ہے۔ ہم قوم کو ان بدخواہوں سے بچانا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد عبداللہ کی دوبارہ گرفتاری

شیخ محمد عبداللہ مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیر اعظم کو تقریباً ساڑھے چار سال کی نظر بندی کے بعد اس سال جنوری میں رہا کیا گیا تھا۔ ان کی رہائی کے وجوہات ابتک صیغۂ راز میں رکھی گئی ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ بھارت کے رہنماؤں کو یہ امید تھی کہ شاید رہائی کے بعد شیخ محمد عبداللہ کشمیر کے متعلق ان کے موقف کی حمایت کریں گے۔ لیکن جب ان کی یہ امید بر نہ آئی تو ان کو تقریباً چار ماہ بعد دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔

شیخ محمد عبداللہ کی دوبارہ گرفتاری کا مسئلہ کشمیر پر کیا اثر ہوگا اس کے متعلق اس وقت کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ حکومت پاکستان ان کی گرفتاری کے خلاف حفاظتی کونسل میں احتجاج کرنے کے سوال پر غور کر رہی ہے۔ ہماری رائے میں یہ احتجاج نتیجہ خیز نہ ہوگا۔ لیکن اس کے سوا پاکستان اور کچھ کر بھی کیا سکتا ہے۔ اس گرفتاری سے بھارت کی جمہوریت نوازی کا پول کھل گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ دنیا کی رائے عامہ بھارت ۴

۴ کے اس فعل کی مذمت کرے گی۔ اس کے سوا وہ بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ بھارت سوائے ڈنڈا کے اور کسی منطق کا قائل نہیں۔ اور ڈنڈا نہ پاکستان اور کشمیری عوام کے ہاتھ میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۲ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۸۵ء

انسانوں میں سے

خوش نصیب کون ہیں اور بدنصیب کون ہیں

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادرانِ اسلام! ہر عقلمند انسان کا یہ طبعی تقاضا ہے کہ میں خوش نصیب ہوں اور ہر شخص بدنصیبی سے متنفر اور بیزار ہے۔ اور بدنصیبی کو اپنی تباہی اور بربادی خیال کرتا ہے۔ اب میں مذکورالصدر دونوں عنوانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا فیصلہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے عقیدہ میں احکم الحاکمین۔ یعنی تمام حاکموں سے بلندترین مرتبے والا حاکم فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لہٰذا اس کا فیصلہ تمام زمین و آسمان کے رہنے والوں کے لئے فیصلہ کن ہوتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو اس نے لوح محفوظ سے منتقل کر کے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام رحمۃ العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا ہے اور چونکہ اپنی کلام پاک کی حفاظت کا اس نے خود ذمہ لیا ہوا ہے اس لئے آج تک اس میں ایک لفظ کی کمی بیشی بھی نہیں ہوئی۔ اور وہ کاغذات ہی میں محفوظ نہیں ہے بلکہ حافظوں کے دماغوں میں لکھا ہوا موجود ہے اور حفاظت کا یہ طریقہ کسی آسمانی کتاب کو نصیب نہیں ہوا۔ آپ نے عیسائیوں کی چار انجیلوں کا کوئی حافظ نہیں دیکھا ہوگا۔ حالانکہ ۱۹۳۹ء کی جنگ سے پہلے مسلمانوں کی آبادی ستر کروڑ تھی۔ اور عیسائیوں کی آبادی ساٹھ کروڑ تھی۔ مسلمانوں میں ماشاء اللہ ہر شہر اور ہر بڑے قصبہ میں حافظ ملیں گے بلکہ بستیوں میں بھی بکثرت حافظوں کی تعداد ملے گی اور عیسائیوں میں انجیل کا ایک حافظ بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ جو چاروں انجیلوں کا حافظ ہو۔

خوش نصیبی کا معیار

اپنے بندوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بنا لے۔ وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے۔ اس شخص کو نہ قبر کے عذاب کا کھٹکا اور نہ دوزخ کے عذاب کا ڈر رہے گا۔ اب قرآن مجید کے بیان کے مطابق ان لوگوں کی فہرست سنیئے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا دوست خیال فرماتا ہے اور جن کے دوست ہونے کا قرآن مجید میں اعلان آچکا ہے۔

۱۔ نیکی کرنے والے

(وَاَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ)

سورۃ البقرۃ رکوع ۲۴ پارہ ۲

ترجمہ:- اور نیکی کرو۔ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ وہ سلوک کرو جو اس کے لئے راحت رساں آرام دہ اور خوش کن ہو۔ اس درجے پر اپنے آپ کو لانا یہ بھی انسان کا بہت بڑا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو۔ تو یہ مقام حاصل ہو ہی جاتا ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

شعر: بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الیٰ من آساء

ترجمہ:- بدی کے مقابلہ میں بدی کرنا تو آسان ہے۔ ہمت مردانہ یہ ہے کہ بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کی جائے۔

۲۔ توبہ کرنیوالے اور بہت پاک رہنے والے

(اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ وَيُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِيۡنَ)

سورۃ البقرۃ رکوع ۲۸ پارہ ۲

ترجمہ:- بیشک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تواب کون لوگ ہیں

(اِنَّمَا التَّوۡبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِيۡبٍ فَاُولٰٓـئِكَ يَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۝) (سورۃ النساء رکوع ۳۔ پارہ ۴)

ترجمہ:- اللہ پر توبہ قبول کرنے کا حق انھیں لوگوں کے لئے ہے جو جہالت کی وجہ سے بُرا کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ تواب وہ لوگ ہیں جو گناہ کرنے کے بعد فوراً پشیمان ہو جاتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں صدق دل سے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں۔

متطہرین

وہ لوگ ہیں۔ جو ہر قسم کی پلیدی میں ملوث ہونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ناپاک الفاظ ہوں یا ناپاک کام ہوں یا ناپاک مجالس ہوں جن میں ذکر الٰہی کی بجائے بیہودہ اور قبیح الفاظ مذاق کے طور پر بے تکلف استعمال کئے جاتے ہوں۔ غرضیکہ ہر قسم کی ناپاک چیزوں سے ان کا دل ان کی زبان ان کے بقیہ اعضاء جسمانی پاک ہوں۔ واللہ اعلم۔

۳۔ پرہیزگاری اختیار کرنیوالے

(فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ) سورہ آل عمران رکوع ۸ پارہ ۳۔ ترجمہ:- پس بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

متقی کی معنی

اسلام میں یہ سمجھی جاتی ہے۔ (اَلْمُتَّقِیْ مَنْ یَّتَّقِیْ مَا نَهَی اللّٰهُ عَنْهُ)

ترجمہ: متقی وہ شخص ہے۔ جو ان چیزوں سے بچے۔ جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔

واقعی

اگر انسان میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے

کہ ہر اس کام سے بچے۔ جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو اس شخص سے اللہ تعالیٰ یقیناً راضی ہو جائے گا۔ اس کا تو قرآن مجید میں اعلان ہے۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا۔

(سورۃ النساء رکوع ۲۱ پارہ ۶)

ترجمہ:۔ (اے منافقو) اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ قدردان ہے۔ جاننے والا ہے۔

مصیبت میں صبر کرنے والے

(وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ) سورۃ آل عمران رکوع ۱۵ پارہ ۴) ترجمہ:۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

صبر کرنے والوں کا ایک نمونہ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝) سورۃ آل عمران رکوع ۱۵ پارہ ۴ ترجمہ:۔ اور کئی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت اللہ والے لڑے ہیں۔ پھر اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے پر نہ ہارے ہیں۔ اور نہ سست ہوتے ہیں۔ اور نہ وہ دبے ہیں۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔ "یعنی تم سے پہلے بہت اللہ والوں نے نبیوں کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کی ہے۔ جس میں بہت تکلیفیں اور سختیاں اٹھائیں۔ لیکن ان شدائد و مصائب سے نہ ان کے ارادوں میں سستی ہوئی نہ ہمت ہارے۔ نہ کمزوری دکھائی۔ نہ دشمن کے سامنے دبے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ثابت قدم رہنے والوں سے خاص محبت کرتا ہے" صبر کرنے والوں کی یہ صفات حمیدہ تو میدان جنگ میں لڑنے والے مجاہدوں کی ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ

عام مسلمانوں میں جو صبر کی صفات

ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔ (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝)

(سورۃ البقرۃ رکوع ۱۹ پارہ ۲)

ترجمہ:۔ اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں۔ اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ ان اللہ کے بندوں پر کوئی تکلیف بھی آئے۔ خواہ بدنی ہو یا مالی یا اور کسی قسم کی۔ سب کو اپنے محبوب حقیقی کی طرف خیال کرتے ہوئے کوئی جزع فزع نہیں کرتے۔ بلکہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہیں۔ لہٰذا ہم میں جو تصرف وہ چاہے کرے۔ ہمیں اس پر نہ کوئی اعتراض ہے۔ اور نہ کسی قسم کی چیخ و پکار کرنے کا ہی حق ہے۔ اللھم اجعلنا منہم۔

دربار نبویؐ سے صبر کی تلقین

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ رواہ احمد والترمذی۔

ترجمہ:۔ سعدؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدم کے بیٹے کی سعادت اس کا راضی ہونا اس چیز پر جو اللہ نے اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور آدم کے بیٹے کی بدبختی یہ ہے۔ اس کا اس چیز کا ناپسند کرنا۔ جو اللہ نے اس کے لئے تجویز کی ہے۔ اور آدم کے بیٹے کی بدبختی یہ ہے اس چیز پر ناراض ہونا۔ جو اللہ نے اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔

ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے

(فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝)

(سورۃ آل عمران رکوع ۱۷ پارہ ۴)

ترجمہ:۔ پس انہیں معاف کر دے۔ اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر۔ پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا۔ تو اللہ پر بھروسہ کر۔ بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حاصل

اس آیت سے یہ چیز ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں کو پسند کرنا ہی ان کی خوش نصیبی کی دلیل ہے۔ یہ تو ناممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو پسند کرے۔ پھر اسے دوزخ میں داخل کرے۔

توکل کیا چیز ہے

اگر آیت کے اسی حصہ پر غور کیا جائے۔ تو توکل کی معنی بآسانی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ ارشاد یہ ہوا۔ کہ آپ اپنے کاموں میں صحابہ کرام سے مشورہ کر لیا کیجئے۔ اس کے بعد جو فیصلہ ہو۔ اس پر عملدرآمد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کام کیجئے۔ پھر یہ نہ دیکھئے کہ کوئی ساتھ رہتا ہے یا نہیں۔ کام میں ہاتھ بٹاتا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کام کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کام کے سرانجام کرنے کے لئے خود ہی اسباب مہیا کرتا جائے۔ اور کام تکمیل پر پہنچ جائے گا۔ لہٰذا توکل سے مراد یہ نہیں ہے۔ کہ کام کو چھوڑ کر آدمی بیٹھ جائے۔ کہ اللہ کو منظور ہے تو کام خود ہی ہو جائے گا۔

حاصل یہ نکلا کہ کام پوری تن دہی سے کیا جائے۔ اور اچھے نتیجہ کا نکلنا اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف سمجھا جائے۔ اگر اچھا نتیجہ نکل آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا جائے۔ اور اگر اچھا نتیجہ نہ

نکلے۔ تو اسے اپنی کسی غلطی پر محمول کیا جائے۔

ثبوت

قرآن مجید سے اس امر کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔ کہ انسان اسباب میں ہاتھ ڈال کر کام کرے۔ اور اچھا نتیجہ نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

(سورۃ الانفال رکوع ۱ پارہ ۹)

ترجمہ:- ایمان والے وہی ہیں جب اللہ کا نام آئے۔ تو اُن کے دل ڈر جائیں۔ اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے۔ اسمیں سے خرچ کرتے ہیں یہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کے رب کے ہاں ان کے لئے درجے ہیں۔ اور بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ یہ حضرات بدنی اور مالی عبادتیں بھی بجا لاتے ہیں اور متوکل بھی ہیں

۵۔ ہر معاملہ میں انصاف کرنے والے

(فَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝)

(سورۃ المائدۃ رکوع ۷ پارہ ۶)

ترجمہ:- پس اگر آپ ان کا فیصلہ کریں۔ تو ان میں انصاف سے فیصلہ کیجئے۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ ہر معاملہ میں وہ فیصلہ کرے۔ جس میں انصاف پایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ ایسے کردار کے انسان کو جب اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو ایسے لوگوں کو دوزخ میں کس طرح ڈالے گا۔ ہرگز نہیں

۶۔ گناہوں شرارتوں ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن صاف رکھنے والے

(فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝) سورۃ التوبۃ رکوع ۱۳ پارہ ۱۱

ترجمہ:- اس (مسجد قبا) میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں " اس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن پاک و صاف رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی لئے خدائے پاک ان کو محبوب رکھتا ہے " اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

دُعا

اے اللہ مجھے اور " خدام الدین " کے تمام پڑھنے والے مردوں اور عورتوں کو مذکورۃ الصدر سات قسم کے خوش نصیبوں میں اپنے فضل و کرم سے شامل ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا الٰہ العالمین!

اب بدنصیبوں کی فہرست بھی سن لیجئے

۱۔ اللہ تعالیٰ بدلہ لینے میں زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا

(وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ)

(سورۃ البقرۃ رکوع ۲۴ - پارہ ۲)

ترجمہ:- اور زیادتی نہ کرو۔ بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دراصل، یہ آیت میدان جنگ کے حق میں اتری ہے کہ جو لوگ تم سے لڑنے کے لئے میدانِ جنگ میں نکل کر آتے ہیں اُن سے لڑو۔ اور انہیں کے بچوں بوڑھوں یا معبدوں میں بیٹھ کر عبادت کرنے والوں (جن کا جنگ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے) اور انہیں کی عورتوں پر مت حملہ کرو۔ اگرچہ اس آیت کا محل نزول خاص میدانِ جنگ ہے۔ مگر حکم عام ہے کہ بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرو۔ - ہاں ظالم سے بدلہ لینے کی اجازت ہے اور معاف کردو۔ تو اللہ تعالیٰ اجر دیگا

(وَجَزٰۗؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝)

(سورۃ الشوریٰ رکوع ۴ پارہ ۲۵)

ترجمہ:- اور بُرائی کا بدلہ ویسی ہی بُرائی ہے۔ پس جس نے معاف کر دیا۔ اور صلح کرلی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کوئی ظلم اُٹھانے کے بعد بدلہ لے۔ تو ان پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان پر ہے۔ جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ یہی ہیں۔ جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور البتہ جس نے صبر کیا۔ اور معاف کر دیا۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ظالم سے برابر کا بدلہ لینے کی شرعًا اجازت ہے۔ مگر مظلوم کو بھی زیادتی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر مظلوم معاف ہی کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف سے اجر عطا فرمائے گا۔ اور جو اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ اس کا اندازہ ہم دنیا میں کر ہی نہیں سکتے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا

(يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ) سورۃ البقرۃ رکوع ۳۸ پ ۳)

ترجمہ:- اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " اللہ سود کے مال کو مٹاتا ہے۔ یعنی اس میں برکت نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے۔ انجام اس کا افلاس ہے اور خیرات کے مال کو بڑھانے سے یہ مطلب ہے کہ اس مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور اللہ برکت دیتا ہے اور اس کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے "

عام طور پر مسلمان مردوں اور عورتوں میں ناشکری پائی جاتی ہے

اس ناشکری کا سبب یہ ہے۔ کہ عمومًا اپنے سے بڑی حیثیت والے مالداروں کو دیکھ کر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں تو ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ملا۔ حالانکہ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اپنے سے

چھوٹے درجہ والے کو دیکھو۔ مثلاً حلال کی کمائی کرکے دال روٹی کھاتے ہیں۔ پھر یہ خیال کرو۔ کہ اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے ہمیں تو عزت سے گھر میں بیٹھ کر دال روٹی کھانے کی توفیق دی ہے وہ بھی تو ہمارے جیسے ہی ہیں۔ کہ کئی عورتیں اور کئی مرد ہمارے ہی شہر میں در در پر بھیک مانگتے پھر رہے ہیں۔ اور اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں چھوٹا سا مکان اپنا ذاتی دے رکھا ہے۔ اور وہ مرد اور عورتیں بھی ہیں۔ جو بال بچوں سمیت کسی باغ کے کونے میں یا کسی کے گرے ہوئے مکان کے کسی کونے میں زندگی بسر کر رہے ہیں

اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا

(وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ)
(سورہ آل عمران رکوع ۶ پارہ ۳)

ترجمہ:- اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انھیں ان کا حق پورا دے دیگا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

شان نزول کے لحاظ سے

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے عیسائیوں اور مسلمانوں کے حق میں ہے۔ اور اس تفسیر کی بنا پر ظالمین سے مراد یہودی ہیں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دشمن ہیں۔ مگر ہمارے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ کہ اگرچہ محل نزول آیات کا خاص ہوتا ہے۔ مگر حکم ہمیشہ عام ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

ظالم وہ ہے

جو حق داروں کی حق تلفی کرتا ہے۔ اور بلا وجہ اس چیز کو اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے۔ اس تعریف کے ماتحت لاکھوں مثالیں ظلم کی پیش کی جا سکتی ہیں۔

حدیث شریف میں ایک ظالم کا ذکر

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔ رواہ مسلم)

ترجمہ:- ابی ہریرۃ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے۔ انھوں نے عرض کی۔ ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہو۔ اور نہ کوئی سامان۔ پھر آپ نے فرمایا۔ بیشک میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز۔ روزہ اور زکوٰۃ لائے گا۔ اور ایسے حال میں آئے گا اس کو گالی دی تھی۔ اس پر تہمت لگائی تھی اور اس کا مال کھایا تھا۔ اور اس کو قتل کیا تھا۔ اور اس کو مارا تھا۔ پھر اس شخص کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا۔ اور اس شخص کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا۔ پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس سے پہلے جو اس کے ذمہ (لوگوں کے) حقوق ہیں۔ وہ ادا ہوں۔ تو ان لوگوں کے گناہ لئے جائیں گے۔ وہ اس شخص کے ذمے ڈالدیئے جائیں گے۔ پھر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اگر دنیا میں مظلوموں کی دادرسی نہیں ہوئی تو قیامت کے دن ظالم کی نیکیاں مظلوموں کو دی جائیں گی۔ اور اگر اسکی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ ظالم کے سر پر تھوپ دیئے جائیں گے۔ اس صورت میں بھی مظلوموں کو فائدہ پہنچ گیا اور ظالم نے سزا پالی۔ اللھم لا تجعلنا منہ

اللہ تعالیٰ دغاباز گنہگار کو پسند نہیں کرتا

(اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا)
(سورۃ النساء رکوع ۱۶ پارہ ۵)

ترجمہ:- بیشک جو دغاباز گنہگار ہو اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔

آجکل

مسلمانوں میں عام طور پر یہ دونوں روحانی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں میں سے بہت کم اللہ کے بندے ایسے ملیں گے جن کا دامن دغابازی سے پاک ہو اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اللہ تعالےٰ اور اس کے بندوں کی حق تلفی نہ کرتے ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی حق تلفی اس کی عبادت سے جی چرانا ہے اور بندوں کی حق تلفی یہ کہ انکے جائز حقوق بھی ادا نہ کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتے

(وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ٥) سورۃ المائدہ رکوع ۹ پ ۶

ترجمہ:- اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

آجکل

عام طور پر مسلمانوں کی طبیعتوں میں بجائے اصلاح کے فساد کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ صلح کل طبیعتیں بہت ہی کم نظر آتی ہیں عوام ہوں یا خواص۔ آپ غور کرکے دیکھئے کہ انسانی طبائع اصلاح نہیں چاہتیں بلکہ فتنہ و فساد اور ناچاقی کی آگ کو بھڑکانا چاہتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے گھروں میں پھوٹ۔ برادریوں میں لڑائی، اور مقدمہ بازی۔ مذہبی فرقوں میں لڑائی۔ بقول شخصے ؎

چون کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جب مذہبی فرقوں کے سربراہ جنگ و جدل پر آمادہ ہو جائیں تو پھر عوام تو پہلے ہی کالانعام ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ سیاست دانوں میں بھی پارٹی بازی کی جنگ ہے جو پاکستان بننے کے بعد سے شروع ہوئی ہے اب تک ختم ہونے کو نہیں آتی۔ غرضیکہ پاکستان میں تند نہیں تانی ہی بگڑی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا

(اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ) سورۃ انفال رکوع ۷ پ ۱۰

ترجمہ:- بیشک اللہ تعالیٰ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔

آجکل مسلمانوں کے حالات سے بآسانی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں میں بہت تھوڑے ایسے اللہ کے بندے ہیں۔ جن کا دامن خیانت کے جرم سے پاک ہو۔ ورنہ ہر شخص ہر پیشہ ور اپنے اپنے فرض کے انجام دینے میں خائن نظر آتا ہے۔ بازار میں جاؤ تو چیزیں خالص نہیں ملتیں حکام کے دروازے پر جاؤ تو رشوت لینے کے سوا کوئی بات ہی نہیں سنتا۔ (الا ماشاءاللہ) ان اقلیت والے حضرات کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔

آخری عرضداشت

سب مسلمانوں سے عرض کرتا ہوں کہ اس شعر کو مدنظر رکھئے ؎

از مکافات عمل غافل مشو　گندم از گندم بروید جو ز جو

یعنی

جیسے عمل کرکے دنیا سے جاؤ گے۔ قبر میں اسی ۲۴

۲۴ قسم کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرماں بالکل ٹھیک ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ ہوتا ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں گڑھا ہوتا ہے۔ ہر شخص [illegible]

مجلس ذکر

منعقدہ یکم مئی ۱۹۵۸ء مطابق ۱۱ شوال ۱۳۷۷ھ

(مرتبہ خاموش مبلغ)

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا **احمد علی** صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد

عرض یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اس جہان میں پیدا کیا ہے لیکن یہاں پر سدا رہنے کے لئے نہیں بلکہ انسان یہاں چند روز کے لئے زندگی بسر کرنے آیا ہے۔ جیسے چند روز ماں کے پیٹ میں رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں بھی چند روز کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اصل وطن آخرت ہے۔ دُنیا میں ہم اس لئے آتے ہیں کہ دنیا میں آخرۃ کیلئے سرمایہ اکٹھا کر کے جائیں۔ آج کا عنوان ہے

آخرت کی صحت

دُنیا کی صحت کو صحت جسمانی اور آخرت کی صحت کو صحت روحانی کہا جاتا ہے۔ صحت روحانی کو درست رکھنا فرض اوّل ہے اور صحت جسمانی کی اصلاح نمبر دوم ہے جن کی صحت روحانی ٹھیک نہیں ہوگی۔ وہاں اُن کا علاج کیا جائے گا۔ اور علاج کے لئے جہنم میں رکھا جائے گا۔ اور اگر دل میں نور ایمان ہوا تو کچھ مدت بعد دوزخ سے نجات دلائی جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے:۔

عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ۔

(ترجمہ) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے) پھر فرمایا جب نور سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہؐ کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جا سکے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اور وہ نشانی غرور کے گھر (یعنی دنیا) سے دور ہونا (۲) آخرت کی طرف رجوع کرنا اور مرنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کرنا ہے (بیہقی)

ہر چیز اپنی علامتوں سے پہچانی جاتی ہے اگر مذکورہ تینوں علامتیں پائی جاتی ہیں تو صحت روحانی ٹھیک ہے۔

اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ یعنی اس دھوکہ کے گھر سے طبیعت ہٹتی نظر آئے۔ بیوی بچے اور کاروبار سب بڑے ہی پیارے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کھلونے دیکے بہلایا گیا ہوں

جیسے کھلونوں سے بچہ کھیلتا رہتا ہے اور فائدہ کچھ نہیں ہوتا اسی طرح صرف انسانی حاجتوں کے پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا فرما دئے ہیں۔ اگر دنیا میں دل پھنسنے نہ پائے تو سب سے فائدہ اٹھائے۔ آخرۃ میں اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جائے اور قبر بہشت کا باغ بن جائے۔ یہ چیز تربیت اور صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اکثریت کا یہ حال ہے کہ اسباب دنیا بیوی بچوں کی ضروریات اور کاروبار کا تو بڑا ہی خیال ہے نہیں ہے تو آخرۃ کا خیال نہیں ہے۔ بیوی طمع کی، یار بیٹے طمع کے یار، بھائی طمع کے یار سب طمع کے یار سب غدار ہیں کوئی بھی بے طمع کا یار نہیں۔ اگر ہے تو صرف اللہ تعالیٰ یا پھر اللہ کے رسولؐ اور اللہ والے بے طمع کے یار ہیں۔ اگر خاوند کما کر لائے اور لا کر بیوی کو دے تو بیوی بڑی خوش ہوتی ہے۔ اور اگر خاوند کما کر نہ لائے تو بیوی سوگوار ہوتی ہے۔ اور چھوٹا بچہ بھی کہتا ہے آبا پیسہ اگر پیسہ نہ دو تو روٹھ جاتا ہے۔ میں عورتوں سے کہا کرتا ہوں کہ مرد بھی طمع کے یار ہیں۔ ان کی باورچن بنو ان کے بستر لگاؤ۔ اولاد بھی جنو، ان کے بچوں کی بھنگن بھی بنو، درزن بنو اور خدمت بھی کرو تو خاوند راضی ورنہ ناراض گویا سب طمع کے یار ہیں اور تعلقات کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں سب کی خواہش پوری کرتے ہیں لیکن اللہ کی خواہش پوری نہیں کرتے۔ خدا بلائے (نماز کے لئے) تو ایک منٹ کے لئے جانا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ رسولِ خدا بے طمع کے یار ہیں۔ جب تک ایک بھی توحید پرست جہنم میں ہوگا اور جب تک اُسے نکال کر جنت میں نہیں لائیں گے۔ اس وقت تک اپنے مقام محمود پر قیام نہیں فرمائیں گے۔ اس کے بعد اللہ والے بے طمع کے یار ہیں لیکن یہ کہیں کہیں ملتے ہیں۔ میرے دو مربی ہیں۔ میں اللہ کا نام پوچھنے سندھ جاتا تھا۔ انھیں مجھ سے اتنی محبت تھی کہ جس کی حد نہیں۔ میں نے کبھی ایک روپیہ بھی نذرانہ نہیں دیا۔ ہوتا ہی نہ تھا۔ اُن کی دعاؤں کی برکت سے اب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ وہ سیّد اور میں اُمتی۔ وہ سندھی اور میں پنجابی۔ لیکن مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ صرف اس لئے کہ میں اللہ کا نام سیکھنے کے لئے اُن کے ہاں جاتا تھا۔ جب آدمی مر جائے گا تو زندگی کی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔ بیوی بڑی غمخوار ہے لیکن قبر میں نہ بیوی نہ اولاد اور نہ مال۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو شیخ کامل کی نعمت نصیب فرمائے اور ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۔ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ

(طبیعت ادھر سے ہٹ جائے اور آخرت کی طرف لگ جائے) دُنیا کے کاموں کے مقابلہ میں آخرۃ کے کاموں کو ترجیح دیں۔ اکثر طبائع میں دُنیا مطلوب محبوب و مقصود ہوتی ہے۔ حدیث:۔ مَنْ اَحَبَّ الدُّنْیَا اَخَمَّ

باخر تـ ؎ 　　(کتاب الرقاق)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-
جو شخص دُنیا کو محبوب بنائے گا آخرت کو نقصان پہنچائے گا۔ اگر آخرۃ کو محبوب بنائے گا تو دُنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ ایک کو ترجیح دینی پڑے گی۔ کئی کلرک ملازم رشوت لیتے ہی نہیں۔ اُن کے گھر میں رزق کی افراط نہ ہوگی اور جو رشوت لائیں گے اُن کے گھر میں ہر چیز کی فراوانی ہوگی۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ ۔

ترجمہ:- جابرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہے۔ جنّت میں داخل نہ ہوگا اور جس گوشت نے حرام (مال) سے نشوونما حاصل کی ہے وہ دوزخ ہی کے لائق ہے 　　(احمد دارمی بیہقی)

جو شخص فقط حلال ہی کا مال کما کر گھر میں لانا چاہے گا۔ وہ حرام کے لاکھوں پر تھوکے گا بھی نہیں۔ اللہ کے بندوں کی صحبت میں بیٹھنے سے یہ رنگ پیدا ہوتا ہے۔ میں ایسے نوجوانوں کو جانتا ہوں جو رشوت پر پیشاب بھی نہ کریں گے۔

اسباب دُنیا کو مقصود بالذات نہ بنایئے۔ ان سے فائدہ ضرور اٹھایئے جس کام میں آخرت خراب نہ ہو وہ کام کریں۔ کوئی کام کرتے ہوئے یہ پہلے خیال رکھیں کہ آخرۃ تو خراب نہ ہو جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ رُخ پھیر دیتا ہے۔ تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

۳۔ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ

تیسری چیز موت کے آنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرتے رہنا۔ جیسے حاجی صاحبان نے حج کے لئے درخواست دے رکھی ہے اور جب دیکھتے ہیں کہ درخواست منظور ہو گئی ہے تو سب ضروریاتِ سفر پہلے ہی سے تیار کر کے رکھا ہوتا ہے۔ اطلاع ملتے ہی روانہ ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح مرنے سے پہلے موت کی تیاری کر رکھنی چاہئے تاکہ جب عزرائیلؑ آکر روح قبض کریں تو موت مذموم نہ ہو بلکہ موت محمود ۲۴

۲۴ حاصل ہو۔

ہمارے قادری خاندان میں پہلا سبق یہ پڑھایا جاتا ہے کہ کسی کی دلآزاری نہ کرو۔ کسی کو جانی مالی بدنی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور پانچ وقت کی نماز قائم کرو اور اللہ ہو کا ذکر۔

یہ انتظار مت کرو کہ بوڑھے ہوں گے تو دیکھا جائے گا۔ کیا جوانوں کو موت نہیں آتی۔ کیا ماں باپ اولاد کو دفن نہیں کرتے کیا دادے پوتوں کو اور نانے نواسوں کو دفن نہیں کرتے۔

کیا یہ ضروری ہے کہ بوڑھے ہو کر ہی موت آئے گی؟ لہٰذا جس کا کچھ دینا ہے دیدیں۔ جس کو ناراض کیا ہے اُس کو راضی کر لیں۔ جس کا قرض دینا ہے اس کو ادا کر دیں۔ جس سے رشتہ کا عہد کیا ہے وہ عہد فوراً پورا کر دیں۔ غرض جو جس کا حق ہے ایک رات پہلے دیدیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے دل ہٹا کر آخرت کی طرف رُخ پھیرنے اور موت کی تیاری کرنے کی فکر عطا فرمائے اور اس نور کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین

دار العلوم حقانیہ میں ختم بُخاری شریف

کی
مختصر رپورٹ

(از سید شبیر علی صاحب اُستاد دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

حسب سابق اس دفعہ بھی ۲۶ شعبان المکرم دار العلوم حقّانیہ میں اصح الکتاب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کا ختم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب مہتمم دار العلوم حقانیہ نے کرایا۔ دار العلوم میں مادر علمی دار العلوم دیوبند کی طرح ہمیشہ آخری سال میں ختم بخاری شریف کا ایک خاص معمول رہا ہے اور اس روح پرور اور مقدس تقریب کے لئے تشنہ کامان معرفت انتظار میں رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبات کے جامع مسند کے اختتام کی مبارک تقریب اپنے ساتھ خشوع و خضوع عجز و تذلل انوار برکاتِ قبولیت اور فیضیابی خاص کے مشاہد و ممتاز خصوصیات لئے ہوتا ہے اور ہر طرف روحانیت و انوار الٰہی کی بارش محسوس ہوتی رہتی ہے جس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب اپنے مخصوص لہجہ سوز بھرے انداز میں انتہائی بلند آہنگی میں اصح الکتب بعد الکتاب بخاری شریف و آخری حدیث عن ابی ذرعہ عن ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہم) قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سُبحانَ اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العَظِیْم کی تلاوت شروع فرماتے ہیں تو سارے مجمع پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور جب بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں تو بہت کم ایسے ہوں گے جو زار و قطار اپنے ربّ عظیم کی بارگاہ میں اپنے عجز و قصور کا اعتراف نہ کرنے لگے ہوں۔ گزشتہ سال دار العلوم کے افتتاح عمارت جدید کے موقعہ پر عظیم الشان اجلاس میں جب دار الحدیث میں ہزاروں افراد علماء مشائخ صوفیاء کے مجمع میں حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب مدظلہ غورغشتوی نے بخاری شریف کی آخری حدیث کی قرأت فرمائی اور مخدوم العلماء حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ لاہوری نے کھڑے ہو کر اپنے ارشادات مبارکہ اور کلمات دعائیہ کا آغاز فرمایا تو سارا مجمع لرز اُٹھا۔ اصدق القائلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث مبارکہ کے صداقت و ظہور اور حضرات اکابر عظام کی روحانی توجہات سے ہر شخص خوفِ خداوندی سے کانپ اٹھا۔ سخت سے سخت انسان کی آنکھیں بھی خوفِ خداوندی سے بہنے لگیں اور صاف طور پر ایک عجیب پُرکیف طمانینہ و سکینۃ مجمع پر پھیلا ہوا تھا۔

اس دفعہ بھی بعد از صلوٰۃ عصر دار العلوم

(باقی بر صـ۱۶)

عزمِ مجاہد

از جناب لال الدین صاحب اخگرؔ

مجھے خود آپ اُٹھنا ہے۔ زمانے کو اُٹھانا ہے
مجھے خود آپ رونا ہے زمانے کو رُلانا ہے

نظر آتے ہیں۔ شعلے مجھکو اپنے لالہ زاروں میں
صفیرانِ چمن کو اس ہلاکت سے بچانا ہے

حراء کی غار سے محبوبِ حق جو لیکے آئے تھے
وُہی پیغامِ یزدانی مسلماں کو سنانا ہے

مَیں اِسلامی تمدّن کی گذرگاہوں میں پھرتا ہوں
مجھے اربابِ ملّت کو وہی نقشہ دکھانا ہے

جلا ڈالیں نہ ظالم بجلیاں اِن آشیانوں کو
چمن اپنا ہے سر دیکر بھی اب اس کو بچانا ہے

وہی شمشیر ہاتھوں میں۔ وُہی قرآن سینوں میں
مجھے باطل کی یلغاروں پہ خالدؓ بنکے چھانا ہے

نظامِ کہنہ اے پیرِ فلک ایجاد ہے تیری
مجھے اِس دورِ ظلم و جور کو یکسر مٹانا ہے

ترا خود آپ سونا کفر سے بدتر ہے اے اخگرؔ
اگر مقصد ترا دُنیا میں سوتوں کو جگانا ہے

مدارج عرفان

از مولانا حفیظ اللہ صاحب کچلو ڈگلس پورہ لائلپور

دوسرے مذاہب نے عوام اور خواص میں الگ الگ تصور اور عقیدے قائم کئے ہیں۔ لیکن اسلام نے تصور اور عقیدے کے لحاظ سے اپنے پیروؤں میں کوئی امتیاز اور تفریق جائز نہیں رکھی۔ وہ حقیقت کا ایک ہی عقیدہ ہر انسان کے دل و دماغ کے سامنے پیش کرتا ہے یعنی جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ وہ اسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہو گیا۔ اس میں نسل اور قوم کا کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا اور نہ ہی آقا و غلام۔ امیر و فقیر اور ادنےٰ و اعلےٰ محتاج و غنی میں کسی قسم کا امتیاز روا رکھا گیا ہے۔

ع بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

لیکن یہ ظاہر ہے کہ طلب و جہد کے لحاظ سے سب کے مراتب یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہاں ایک ہی قسم کی پیاس لیکر ہر طالب حقیقت نہیں آیا۔ نہ ہر فرد کا پیمانہ یکساں ہے عامۃ الناس بہ حیثیت جماعت اپنا ایک خاص مزاج اور اپنی خاص احتیاج رکھتے ہیں۔ خاص افراد بہ حیثیت فرد کے اپنی اپنی طلب اور استعداد کا الگ الگ درجہ رکھتے ہیں۔ جس طرح دنیاوی معاملات میں ہر ایک شخص اپنی سعی و کوشش اور استعداد کے مطابق حصول مدعا میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ دین کے معاملات میں بھی یہی اصول کارفرما نہ ہو۔

پس مذہب اسلام نے جس امتیاز سے پہلی صورت میں انکار کر دیا تھا اس سے دوسری صورت میں انکار نہیں کیا۔ اور مختلف مدارج طلب کے لئے عرفان و یقین کی مختلف راہیں کھلی چھوڑ دیں۔ قرآن کریم نے نہایت جامع و مانع الفاظ میں یہ فرق مراتب واضح کر دیا ہے۔ وہ ان تین مرتبوں کا ذکر کرتا ہے یعنی ایمان۔ اسلام اور احسان۔

ایمان یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغمبر آخر الزمان ہونے کا اقرار کرنا یا بالفاظ دیگر کلمہ شہادت پڑھ کر مومنین کی صف میں شامل ہو جانا۔

اسلام یہ ہے کہ اقرار کے مرتبہ سے آگے بڑھ کر ارکان دین پر پورے خلوص اور صدق دل سے عمل پیرا ہو جانا یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر ارکان دین کو پورے جوش و خروش و انہماک سے انجام دینا اور تقوےٰ و طہارت کو اپنا معمول بنانا۔

اور احسان کی منزل یہاں سے شروع ہوتی ہے:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (صحیحین)

(تو اللہ کی اس طرح سے عبادت کرے گویا اسے سامنے دیکھ رہا ہے اور اگر تو یہ نہیں کر سکتا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے (تو کم سے کم یہ تصور کر) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس منزل میں داخل ہونے سے پہلے اس اصل عظیم اور بنیادی حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ انسان اپنے حواس خمسہ کے ذریعہ ذات باری تعالےٰ کا مشاہدہ اور ادراک نہیں کر سکتا۔ اور اس راہ میں معرفت کا منتہٰی مرتبہ یہ ہے کہ عجز و نارسائی کا اعتراف کیا جائے اور اس لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ احسان کی وادی میں داخل ہونا کس نوعیت کی جد و جہد کا حاصل ہوگا لیکن اگر اس حدیث کو خضر راہ بنایا جائے اور عبادت میں حضور قلب اور خشوع و خضوع سے کام لیا جائے تو رفتہ رفتہ اس راہ کے اسرار و غوامض خود بخود منکشف ہو جائیں گے۔

پس گویا عرفان حقیقت کے لحاظ سے یہاں تین مرتبے ہوئے۔ پہلا اسلامی دائرہ کے عام اعتقاد و عمل کا یہ ایمان ہے یعنی عرف عام میں جس نے اسلامی عقیدہ کا اقرار کر لیا اور اس کے اعمال کی زندگی اختیار کر لی۔ وہ اس دائرہ میں آگیا لیکن اس دائرہ میں داخل ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحیح اعتقاد و عمل علم و یقین کے جو مقامات ہیں وہ ہر کس و ناکس کو حاصل ہو گئے۔ اس لئے جب دوسرا مرتبہ نمایاں ہوا جسے قرآن نے اسلام کے نام سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:-

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۳:۱۰۲)

(اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ ایسا ڈرنا۔ جو ڈرنے کا حق ہوتا ہے اور دیکھو اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے (پکے) مسلمان بن جاؤ)

گویا ایمان دل و دماغ کا یقین و اذعان ہے۔ لیکن اسلام ظاہر کا اقرار و عمل ہے۔ یہ مرتبہ جس نے حاصل کر لیا وہ عوام کے زمرہ سے نکل کر خواص کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ یعنی جس چیز کو اس نے اپنے اعتقاد و عمل کا محور بنایا تھا اس میں وہ دل و جان سے منہمک ہو گیا۔ اور نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی عملی تفسیر دنیا کے سامنے پیش کر دی۔ اور اپنے اعمال کو اس سانچے میں ڈھال لیا۔ اور اپنے خصائص ایمانی اور عملی میں محبت حق کی صداقت کی ایک نمایاں دلیل بن گیا۔ لیکن معاملہ اتنے پر ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ عرفان حقیقت اور عین الیقین الیقان کا ایک اور مرتبہ بھی باقی رہ جاتا ہے اسے احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ مقام محض اعتقاد و یقین پیدا کرنے کا نہیں جو کسی فرد یا افراد کو حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ذاتی تجربہ کا مقام ہے جو شخص اپنی کوشش و سعی سے یہاں تک پہنچتا ہے وہ اپنے ذاتی تجربہ اور کشف سے یہ درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ تعلیمی اور رسمی عقائد کو اس میں دخل نہیں۔ بحث و نظر کی اس میں گنجائش نہیں۔ یہ خود کوشش کرنے اور اس کا ثمر حاصل

کرنے کا مقام ہے۔ اگر طلب صادق ہو اور صحیح طریقہ سے جدوجہد کی جائے تو یہ مقام حاصل کرنا ناممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے ان خاص بندوں کے لئے جو منزل احسان کے خواہش بننا چاہیں پوری سہولتیں ہم پہنچانے کا وعدہ کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے :-

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (پ ۲۱ سورۃ عنکبوت)	جو لوگ ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے تو ہم بھی ان کے لئے راہِ ہدایت کھول دیں گے اور اللہ محسنین سے الگ کب ہے وہ انکے ساتھ ہے۔

جو شخص اس منزل تک پہنچ گیا اس سے اس کٹھن راہ کو طے کرنے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے طریقے دریافت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اور نہ اس کی کیفیتوں کی تفصیل معلوم کرنے کے درپے ہو۔ کیونکہ یہ چیز کرنے اور پانے کی ہے۔ معلوم کرنے اور بتلانے کی نہیں وہ شخص کچھ بتلائے گا بھی تو یہی کہ میری طرح بن جاؤ۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے دیکھ لو۔ ؎ پرسید یکے کہ عاشقی چیست ؟ گفتم چو من شوی بدانی

اگر کوئی شخص اس منزل پر پہنچنے کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ میں ہر طالب کی اس منزل تک راہنمائی کر سکتا ہوں تو اس کی باتوں پر یقین نہ کرو۔ کیونکہ ع ہر آنکہ خبر شد خبرش باز نیامد

مولینا محمد علی جوہر مرحوم کو اس منزل کا کچھ جلوہ نظر آیا تھا جس کا اظہار انھوں نے یوں کیا ہے۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں ۔۔۔ اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر دن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے ۔۔۔ ہر وقت ہے دلجوئی ہوتم ہیں مداراتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت ۔۔۔ اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

پاکستان میں "خدام الدین" کی توسیع اشاعت کیلئے ہر شہر اور قصبہ میں مخلص ایجنٹوں کی ضرورت ہے! منیجر

یارب مدار خالی مسلم ز پنج چیز
کلمہ نماز و روزہ حج و زکوٰۃ نیز

از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن لاہور

صدق دل سے کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد سب سے پہلے نماز فرض ہو جاتی ہے اور تا دم مرگ فرض رہتی ہے۔ نماز کی فرضیت صحت و بیماری۔ خوشی و غم، سفر و حضر اور خوف و خطر۔ غرض کسی حالت میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ خواہ ہم گرم ملک میں ہوں یا سرد۔ کوئی جگہ۔ کوئی موسم اور کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو۔ خیال رہے کہ اتنی مدت العمر تک عبادت الٰہی کی مداومت رکھنا کمال، استقلال، کا مظہر ہے۔ ہر روز پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے۔ جسم اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل و زبان، اعضا و دماغ کو عظمتِ الٰہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب و مہذب رکھنا نورانیت روحانی کے لئے عجیب روشنی ہے۔ نماز میں جس قدر پابندی ہے۔ وہ جلد سو جانے اور جلد جاگ اٹھنے کی جس طرح تعلیم دیتی ہے۔ وہ جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعے سے ملیامیٹ کیا گیا ہے۔

نماز کے لئے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی، تمدن اور ترقی کی جان ہے اتحاد و یگانگی اور مبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا ہے۔ اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مساوات کا سبق لیتا۔ اور ایک غریب امیر کے برابر بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خورسند کر سکتا ہے۔ جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں۔ وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جس قوم کے افراد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہوں گے۔ وہ کیا ہوں گے۔

سنہ ۲ھ میں آذان کا طریق جاری ہوا

آذان کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب یہ امر تھا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر اگ روشن کر دی جایا کرے (جیسا مجوسی میں دستور تھا)، کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جایا کرے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا)، کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جایا کریں۔ (جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے)، حضور نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید انصاریؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے یکے بعد دیگرے حضورؐ سے آکر عرض کیا۔ کہ انہوں نے خواب میں ان الفاظ کو سنا ہے جو اب آذان میں کہے جاتے ہیں حضورؐ نے انہی الفاظ کے بآواز بلند پکارنے کو شروع فرما دیا۔ یہ الفاظ حضور کے اس منشاءِ عالی کو پورا کرتے ہیں۔ جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے۔

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریق ہے کہ عالمگیر مذہب کے لئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندوں کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا کر راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا رکن قرار پایا روزے صحت کو بڑھاتے ہیں۔ امراء غرباء کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کئے جاتے ہیں۔ شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں۔ قوت ملکیہ کو قوی اور قوت بہیمیہ کو کمزور بناتے ہیں۔ قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ روزے خدا ترسی کی طاقت انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں۔ (لعلکم تتقون تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ۔) تقویٰ کی مثال پر غور کیجئے کہ بلا کی گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے مگر وہ پانی نہیں پیتا۔ روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے۔ کھانا میسر ہے کوئی شخص اسے دیکھ بھی نہیں رہا۔ مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔ پیاری دلپسند بیوی پاس موجود ہے۔ محبت کے جذبات اس کی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں۔ الفت نے ایک دوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے لیکن روزہ دار اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت اور عظمت اس کے دل میں اس قدر جاگزیں ہو گئی ہے کہ کوئی جذبہ بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ اور روزہ ہی اس عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایماندار خدا کے حکم کی وجہ سے جائز، حلال، پاکیزہ خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے تو وہ بالضرور خدا کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دے گا۔ اور ان کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم بنا دینا شرع کا مقصود ہے۔ دراصل رمضان کا اسلام میں فرض ہونا بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے۔ کہ اسلام کس قدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی و شہوانی خیالات کو نیست و نابود کرنیوالا ہے۔

حج ۔ اسلام میں حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا اور یہ وہ پیغام محبت ہے جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا۔ بیگانوں کو یگانہ اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے۔ احکام اسلام کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ افراد مختلفہ کو ملت واحد بنا کر کلمہ واحد پر جمع کر دیا جائے۔ ول، اہل محلہ میں محبت و اتحاد پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لئے پنجگانہ نمازوں کے وقت اہل محلہ

پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے۔ (ب) اہل شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کے لئے ہفتہ میں ایک بار اُن کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا۔ مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا۔ (ج) اہل و شہر اور دیہات قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق۔ محبت و شناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز میں قرار دیا گیا ہے۔ ہر دو موقعوں پر دیہات والے شہر کی طرف آتے ہیں اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر ان سے ملاقاتی ہوتے اور مل جُل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں۔ اسلامی عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے۔ مختلف قوموں۔ مختلف نسلوں۔ مختلف زبانوں۔ مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج عمر بھر میں ایک دفعہ ان سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں فرض کیا گیا ہے۔ حج میں سب کے لئے وہ سادہ بن سِلا لباس جو نسل انسانی کے پدر اعظم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے۔ تا کہ ایک ہی رسول۔ ایک ہی قرآن اور ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ایک ہی صورت۔ ایک ہی لباس۔ اور ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور چشم ظاہر بین کو بھی اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔ حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

زکوٰۃ:۔ یہ ۲ سنہ ہجرت میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ حضورؐ کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد۔ غریبوں پر رحم کرنے والا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غربا کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اُن کی ہمدردی کو غربا کا رفیق بنایا جاتا تھا۔ اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غربا و مساکین کے لئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا۔ جس پر بطور آئین و ضابطہ کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لیے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے۔ اپنی فیاضی و نیک نیتی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض قرار دیا اور زکوٰۃ در اصل اُس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے۔ جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی کہ غربا و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے اور اس لیے بے حد دولت کا جمع ہو جانا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غربا کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مال میں ایک حصہ موجود و قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں اعلےٰ و ادنےٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔ قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام نہاد زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والوں میں مقرر کیا ہے۔ جن میں ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گزرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت، زراعت اور مویشی (بھیڑ بکری اونٹ گائے) نقدیت معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔

یارب مدار خالی مسلم ز پنج چیز
کلمہ نماز و روزہ حج و زکوٰۃ نیز

بقیہ احادیث الرسول صفحہ ۲ سے آگے

اور اس کے واسطے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ آپؐ نے کہا کہ دوزخ سے اس کے پاس گرم ہوائیں اور لوئیں آتی ہیں اور اس کی قبر اس کے لئے تنگ کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی پسلیاں ادھر نکل آتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے (ایسا گرز کہ اگر) اس کو پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے۔ وہ اس گرز سے اس کو مارتا ہے۔ جس کی آواز مشرق سے مغرب تک تمام مخلوقات سنتی ہے۔ مگر انسان اور جن نہیں سنتے اور اس ضرب سے اس کی مٹی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر اس کے اندر رُوح ڈالی جاتی ہے

داخلہ مدارس عربیہ

(۱) مدرسہ اشرفیہ کوئنس روڈ سکھر۔ داخلہ یکم ذیقعد ۱۳۷۷ھ تک جاری رہے گا۔
المعلن (مولانا محمد احمد صاحب) تھانوی

(۲) مدرسہ عربیہ دارالعلوم نعمانیہ کمالیہ ۔ داخلہ پانچ شوال سے شروع ہے
(المعلن) مولانا محمد رمضان صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ دارالعلوم نعمانیہ کمالیہ

(۳) مدرسہ اہلسنت والجماعۃ جامعہ قادریہ رحیم یار خان ۔ داخلہ چار شوال سے شروع ہے۔
(المعلن مولانا قاضی عبدالجلیل صاحب نقشبندی مجددی مہتمم مدرسہ جامعہ قادریہ)
علوم عربیہ کے طلباء کو جلد از جلد اپنے قریبی مدرسہ میں داخل ہو کر مستفیض ہونا چاہیئے۔

(۴) مدرسہ عربیہ جامعہ فاروقیہ عارف والا ضلع منٹگمری ۔ داخلہ ۶ر شوال ۱۳۷۷ھ سے شروع ہے
حفظ و تجوید کے اعلیٰ و بہترین قاری عبدالقوی صاحب تشریف لا چکے ہیں

الاستفتاء

ادارہ خدام الدین میں فتوے نویسی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ لہذا فتویٰ طلب کرنیوالے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے سوالات بخدمت جناب مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور کے پتہ پر ارسال فرماویں۔ اگر براہ راست جواب مطلوب ہو تو واپسی لفافہ ہمراہ بھیجیں اور اگر خدام الدین میں اشاعت مطلوب ہو۔ تو مفتی صاحب کی خدمت میں یہ لکھ دیا جائے اور جس وقت حضرت مفتی صاحب فتویٰ تحریر فرما کر ہمیں بھجوا دیں گے۔ بعد ملاحظہ و اجازت حضرت مولانا احمدعلی صاحب مدظلہ العالی شائع کر دیا جائے گا۔ لیکن (۱) اشاعت کیلئے وہ مسئلہ ہو جو سب کی ضرورت کا ہو (۲) ایک دفعہ میں تین سوال زائد نہ ہوں (۳) [illegible]

سوال ۱ :- میں اسلامیہ کالج میں بی ایس سی کا طالب علم ہوں۔ چند دن ہوئے کچھ دوستوں کے ساتھ "پردہ" کے موضوع پر تبادلہ خیالات ہو رہا تھا۔ جس پر میں نے انہیں کہا کہ اسلام کی تعلیم کے مطابق اگر عورت پردہ نہ کرے تو مسلمان آدمی کو پردہ کرنا چاہیئے اور وہ یہ کہ اگر کسی عورت کو دیکھے۔ تو نظر نیچی کر لے۔ مگر ایک دوست نے کہا۔ کہ نہیں یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ بے پردہ عورت کی طرف اس قدر غصیلی نگاہ سے گھورنا چاہیئے کہ اس پر اثر ہو اور پردہ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اب آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق اسلامی نظریہ کیا ہے؟ اور کیا یہ نظریہ جو اس دوست نے پیش کیا ہے اسلام کی رو سے جائز ہے یا ناجائز

محمد اسلم ولد شیخ محمد بخش خریداری نمبر ۱۶۳

سمن آباد لاہور

الجواب ۱ مبسملا و محمدلا ومصلیا و مسلما

آیت :- قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (ایمان والوں سے کہہ دو۔ کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں) اور حدیث شریف میں غیر عورت کو دیکھنے پر لعنت اور قیامت میں سیسہ پگھلا کر آنکھوں میں ڈالا جانا آیا ہے۔ اس لئے جیسے عورت پر پردہ فرض ہے۔ مرد پر اپنی آنکھ بند کرنا یا نگاہ نیچی کرنا فرض ہے۔ جو اپنے فرض میں کوتاہی کرے گا۔ وہ مجرم ہے۔ وہ بھی مجرم یہ بھی مجرم۔ آپ کے دوست کا قول اپنی عقل سے ہے جو صحیح نہیں۔ اور آپ کا قول اسلام کے مطابق ہے۔ ۱ اوّل تو گھورنے میں اپنا جرم اور گناہ یقینی دوسرے کی اصلاح کی امید موہوم۔ تو دوسرے کے وہمی فائدہ کے لئے اپنا یقینی نقصان عقل کی بات نہیں۔ ۲ دوسرے اس حرکت سے دینی اور دنیوی نقصان جو اپنا ہوگا۔ اس کا کیا علاج۔ ۳ تیسرے اگر وہ اتنی حیادار ہوتی تو بے پردہ ہی کیوں ہوتی۔ ۴ چوتھے یہ کہ عورت کی بدکاری تو بدکاری کے لئے خود کو پیش کرنا ہے۔ ایسے ہی بدنگاہی کے لئے پیش کرنا بدی ہے۔ اور مرد جیسے وہاں مجرم ہے یہاں بھی ہے۔ ۵ پانچویں سزا وہ ہے۔ جس سے تکلیف ہو۔ اگر عورت کو اس سے تکلیف ہوتی تو وہ پردہ نہ اٹھاتی۔ اس لئے یہ نفس و شیطان کا فریب ہے۔ اس دھوکہ میں نہ آنا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ

نیلا گنبد لاہور

سوال ۲ :- ۱ استوی علی العرش سے کیا مراد ہے

۲ ابن تیمیہ کیسا شخص تھا۔ بعضوں کا قول ہے۔ اس کے بارہ کہ ماجعل فی الاسلام مثلہ

۳ تصور شیخ پکڑنا کیسا ہے۔ بعض صوفیائے کرام اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور بعضوں نے کسکو نوامع الصادقین سے استدلال کیا ہے تسلی بخش جواب مقصود ہے۔ اور بعض تصور شیخ کو شرک کہتے ہیں

۴ سماع موتے کے متعلق بھی احقر کو تذبذب ہے قرآن مجید میں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ہے اور اخبار اور اقوال اور آثار سے معلوم ہوگا کہ مُردہ سنتے ہیں۔ اگر نہیں سنتے تو قبرستان میں جاکر السّلام علیکم یا اهل القبور کہنے کا کیا مقصد؟

محمد امین ایرانی

الجواب ۲ مبسملا و محمدلا ومصلیا و مسلما

۱ استویٰ علی العرش کے لغوی معنی تو عرش پر بیٹھنے کے ہوتے ہیں۔ مگر یہ صورت حق تعالیٰ کی شان میں نہیں ہو سکتی کہ وہ جسم اور اس کے اثرات سے بری اور محل و مکان سے پاک ہے۔ اس لئے یہ آیت متشابہات میں داخل ہے۔ جس کے متعلق متقدمین اہل السنت والجماعت کا ارشاد یہ ہے کہ بیٹھنا تو ہے مگر انسانوں جانوروں کی قسم کا نہیں۔ بلکہ ایسا جو اس کی ذات کے شایان شان ہے۔ جس کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں اور متاخرین اس کے مجازی معنی لے لیتے ہیں۔ جس کا قرینہ آیت لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اللہ کی مشابہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی) وغیرہ ہے۔ وہ معنی یہ ہیں غلبہ اور احکام کو جاری کرنا۔ اور ہمارے بزرگوں نے متقدمین کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔ لہذا یہ ترجمہ کیا جائے پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ (یا قائم ہوا)۔ اس طرح کہ جو اس کی شان کے لائق ہے اگر اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل مطلوب ہے تو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی "تالیف بوادر النوادر میں صفحہ ۶۰۱ تا ۶۳۲ تمہید الفرش فی تحدید العرش ملاحظہ کیا جائے۔

۲ ابن تیمیہ بڑے پایہ کے محدث ہیں۔ مگر ہمارے بزرگوں نے ان کی نقل کو حجت قرار دیا ہے۔ عقل کو نہیں۔ ان کی روایت معتبر ہے۔ اجتہاد معتبر نہیں۔ تحقیقات مستند ہیں تدقیقات نہیں۔

۳ تصور شیخ کا مفہوم معین ہونے پر اس کا حکم ہوتا ہے۔ ایک شغل صوفیا کی اصطلاح میں رابطہ ہے۔ اس کو بھی بعض لوگ تصور شیخ کہہ دیتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ کی صورت کو ذہن میں حاضر کرکے دل کی بینائی کو اس پر اس طرح جما دیں۔ کہ دوسرا کوئی خیال دل میں نہ آ سکے۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں۔ اس میں شیخ کو حاضر ناظر قرار دینا پڑتا ہے۔ اگر شیخ کے اس تصور کو حاضر اور دل کی طرف ناظر قرار دیں۔ تو یہ طریق جائز ہے اور اگر خود شیخ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر قرار دیں گے۔ تو یہ شرک ہے اور بعض جگہ قرار دینگے تو بے اصل ہونیکی وجہ سے تصور شیخ کے دوسرے معنے جو صوفیا کے یہاں عام طور سے لئے جاتے ہیں۔ یہ ہیں کہ ذکر کرنے کے وقت جب وسوسوں کا ہجوم ہو اور کسی طرح دفع نہ ہوتے ہوں تو مبتدی کے واسطے یہ صورت تجویز کی جاتی ہے۔ کہ شیخ کی طرف چونکہ ایک طبعی کشش ہوتی ہے۔ اس لئے آسانی سے یہ ہو جاتا ہے کہ یہ تصور کرلے کہ شیخ سامنے ہے۔ اور اس کے دل سے میرے دل پر ایک فیض آ رہا ہے۔ چونکہ دل ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرف کی توجہ

سے یہ وسوسے سب ختم ہو جائیں گے۔ پھر جب جب وسوسوں کا ہجوم ہو ایسا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہ کام فقط مبتدی کے واسطے ہے۔ کیونکہ شیخ پھر غیر ہے۔ مگر خدا تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اور طبعی کشش کی وجہ سے توجہ آسان ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ کرا دی جاتی ہے۔ اور متوسط کو اس غیر سے بھی بچایا جاتا ہے۔ اس کو محض ذکر کی طرف پوری توجہ کرکے وساوس کو دفع کرنا ہوتا ہے کہ ذکر ایک محسوس اور سننے کی چیز ہے کچھ سہولت ہوتی ہے۔ اور منتہی کو اس غیر سے اور ذکر جو عنوان ہے اس سے بھی اونچا درجہ۔ محض ذات الٰہی کا خالص تصوّر تمام وساوس کا قلع قمع کرا دیتا ہے۔ چونکہ ذات حسی چیز نہیں ہے۔ اس لئے اس کی طرف کامل توجہ منتہی کا ہی کام ہے۔ متوسط کو حسی چیز ذکر کی توجہ اور مبتدی کے لئے چونکہ ابھی تک ذکر سے دلچسپی و کشش نہیں ہے۔ اس لئے تصور شیخ کی حاجت ہوتی ہے۔ ہاں تصور ذات کا واسطہ ہونے کی وجہ سے یہ جرم نہیں ہے۔ مگر پھر چونکہ یہ تصور غیر حق کا ہے۔ اس لئے جب ذات کی طرف توجہ کی صلاحیت ہو جائے گی۔ اس وقت اس کو چھوڑنا ضروری ہوگا۔ لیکن پھر بھی اس کو کوئی شرک نہیں کہہ سکتا کہ یہ خدا تعالیٰ کی کسی صفت میں شیخ کو شریک کرنا نہیں ہے۔ محض وسوسوں سے دل ہٹانے کے لئے ایک طرف کی توجہ ہے اور بعد دفع وساوس پھر اس تصور کو باقی نہیں رکھا جاتا کہ غیر کی مشغولی نہ ہو جائے۔ بس اس طرح یہ جائز ہے۔

ج ۴ — اس مسئلہ میں حضرات صحابہؓ کا بھی اختلاف رہا ہے۔ اس لئے جبکہ دین کا کوئی اہم مسئلہ اس پر موقوف نہیں تو اس میں گفتگو کرنے سے کسی صحابیؓ کی شان میں گستاخی نہ ہو جائے۔ یہ خطرہ ہے۔ دینی ضرورت ہوتی تو اس خطرہ کی پروا نہ ہوتی۔ اس سے ہمارے بزرگوں نے بلا شدید ضرورت کے ایسے مسائل میں گفتگو کرنے کو پسند نہیں کیا۔ کہ نفع زیادہ نہیں اور خطرہ موجود۔

سوال ۵ — سگریٹ، تمباکو، نسوار کی تجارت کے بارے میں مفصل لکھ دیں کہ ان چیزوں کی تجارت جائز ہے یا ناجائز۔
حاجی محمد افضل دانا [illegible]

الجواب — بسملاً و حمداً و مصلیاً و مسلماً

ایک کلی قاعدہ یاد رکھئے کہ جس چیز کا استعمال جائز طریق سے بھی ہوتا ہو اور ناجائز طریق سے بھی تو اس کی تجارت جائز ہے۔ البتہ جس کا استعمال حرام و ناجائز طریق پر ہی ہوتا ہو۔ جائز مصرف کوئی نہ ہو۔ سوائے سخت مجبوری کے۔ اس کی تجارت ناجائز ہے۔ سگریٹ تمباکو نسوار بطور دوا کے استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ جبکہ یہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ہو۔ گو شوقیہ بدبو اور مشابہت اہل جہنم کی وجہ سے مکروہ بھی ہے۔ اس لئے ان کی تجارت جائز ہے۔ جائز کام کے لئے فروخت کرنے کی نیت رکھیں۔ تو اور اچھا ہے۔ باقی لینے والا ذمہ دار ہے۔ درمختار میں ہے۔ بطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به ردشامی جلد ۴ صفحہ ۱۵۹

بعض ان کو نشہ کی چیز قرار دے دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ نشہ میں عقل زائل ہوتی ہے۔ اور ان سے غیر عادی شخص کو چکر آتا ہے۔ عقل بحالہ رہتی ہے۔ اور نشہ کی چیز بھی جو سیال نہیں ہے۔ قدر نشہ سے کم بطور دوا استعمال کرنی جائز ہوتی ہے مثلاً افیون اور بھنگ وغیرہ تجارت ان کی بھی جائز ہے۔ بلکہ مقدار قلیل سے کم توسہیات کا استعمال بھی جائز ہے اور ان کی تجارت بھی جائز ہے۔ شامی ج ۳ صفحہ ۲۵۶۔

ان البنج و [illegible] من الجامدات انما یحرم اذا اراد به السکر وهو الکثیر منه دون القلیل المراد به التداوی ونحوه کالتطیب بالعنبر وجوزة الطیب ونظیر ذلک ما کان سمیا قتالا کالمحمودة وهی السقمونیا ونحوها من الادویة السمیة فان استعمال القلیل منها جائز بخلاف القدر المضر فانه یحرم واللہ اعلم

کتبہ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ
نیلا گنبد لاہور

بقیہ رپورٹ دارالعلوم حقانیہ

(صفحہ ۹ سے آگے)

حقانیہ میں ختم بخاری شریف کی اختتامی تقریب میں کافی مشتاقان حکمت و عشاق رسالت بغیر کسی اطلاع کے جمع ہو گئے یہ منظر انتہائی کیف آگین روح پرور تھا۔ اولاً شرکاء دورۂ حدیث شریف نے باری باری عبارت پڑھنا شروع کی اور جب آخری دو حدیثیں رہ گئیں تو استاذ حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث نے مخصوص لہجہ میں پڑھا۔ ختم کے بعد آپ نے طلبہ و حاضرین کو ایک درد بھرے انداز میں ان کی ذمہ داریوں کی توجہ دلائی اور اسوۂ حسنہ و استقامت و عزیمت و اتباع شریعت محمدیہ و اسوۂ اکابر و اساتذہ کی طرف متوجہ کیا۔ اس کو مرتب کرکے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے حضرت مولانا صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری دو احادیث کے اسرار و حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا

اختتامی حدیث کی تشریح اور حکمت

کہ مصنف نے اپنی کتاب کی ابتداء انما الاعمال بالنیات سے کی اور انتہا ونضع الموازین القسط اور حدیث میزان پر اس لئے کہ مقصد تصنیف عمل ہے اور عمل کی ابتداء نیت اور انتہا وزن ہے اگر نیت خالصۃً للہ ہوتی ہے تو عمل صحیح اور اس پر اجر و ثواب ہوگا۔ اور جب عنداللہ مقبول ہو جائے تو انتہائی وزن ہوگا جس کا نتیجہ جنت ہے۔ امام بخاریؒ نے نہایت نزاکت سے کام لیا جبکہ ہر عمل قیامت کے دن تولا جائے گا تو ہر کام رضائے خداوندی اور اس کی خوشنودی کے لئے ہونا چاہئے۔

تاریخ فرقانی پر ایک نظر

از جناب الحاج عبد الرحمن صاحب (لودھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

نزول قرآن کی ابتدائی حالت

جرمن فاضل لڈولف کریہل کے تبصرہ کے مطابق "قرآن کریم میں عقائد و اخلاق کی بناؤں پر استوار ایک کامل واکمل قانون و آئین جلوہ گر ہے۔ ایسا وسیع اور جامع قانون جس میں سلطنت جمہوریہ کے ہر شعبہ و شاخ کے اصول و فروع موجود ہیں۔ تعلیم، تجارت، عدالت، انتظامات حربی، مالیات اور غربا پروری کے آئین، نہایت محتاط آئین کی بنائیں اس میں موجود ہیں۔ اور ہستی باری تعالےٰ کے یقین کامل کے ساتھ موجود ہیں۔

اگر کسی مسلم قلب سے یہ الفاظ نکلتے اور دنیا کے سامنے پیش کیے جاتے تو شاید انہیں خوش اعتقادی پر محمول کیا جاتا۔ لیکن یہ الفاظ نکلے ہیں تو ایک غیر مسلم فاضل کی زبان سے نکلے ہیں

اس عہد کے مسلمان اول تو قرآن کو اس نظر سے دیکھتے ہی نہیں۔ وہ تو اسے محض برکت کے لئے پڑھتے ہیں ورنہ قرآن کریم کو غور سے پڑھا جائے تو جب یہ گوئٹے اور کریہل کو ان کے الحاد اور بے دینی کے باوجود متحیر کر دیتا ہے تو مسلمان تو پھر مسلمان ہیں۔ انہیں تو بدرجہ اولیٰ مسحور ہونا چاہیئے تھا۔

دنیا کی یہ مقدس ترین حقائق آموز کتاب موجودہ صورت و ترتیب کے ساتھ بیک وقت نازل نہیں ہوئی۔ بلکہ جزءً جزءً ۲۳ برس تک اس کے نزول کا سلسلہ قائم رہا۔ البتہ رمضان المبارک سنہ ا نبوی کی مقدس شب قدر میں اس کے نزول کی ابتداء ہوئی۔ قرآن چونکہ ایک آسمانی کتاب ہے۔ اس لئے وہ اپنے متعلق بھی آپ ہی سب کچھ واضح و عریاں کرتا چلا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اور غور سے قرآن پڑھنے والے کو سب کچھ قرآن ہی سے معلوم ہو جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل)۔ قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا نازل کیا۔ اس لئے کہ آپ اسے تھوڑا ہی تھوڑا لوگوں کو سنائیں اور ذہن نشین کرائیں۔ ہم نے اسے تدریجی طور پر اُتارا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے یہ قرآن وقتاً فوقتاً تم پر نازل کیا ہے)

قرآن کے آغاز کے بعد سب سے پہلے اس کے نازل شدہ حصوں کو حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ نے نہ صرف خود حفظ کرنا شروع کیا۔ بلکہ جتنے بزرگ بھی اس وقت تک ایمان لا چکے تھے۔ اُن سے بھی تحریک کی اور وہ بھی اس کے حافظ ہوتے گئے۔ مکی زمانہ بہت پُر آشوب زمانہ تھا۔ سیلاب اذیت وستم اُمڈا ہُوا تھا۔ اتنے بڑے شہر میں صرف ۱۷ نفوس ایسے تھے جو نوشت و خواند کا ملکہ رکھتے تھے۔ عرب میں کیا۔ اس عہد کی دنیا میں سامانِ نوشت وخواند بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔ جتنا قرآن نازل ہوتا جاتا تھا۔ سینوں میں محفوظ ہوتا جاتا تھا۔ اور اس کے احکام کے مطابق عمل کیا جاتا تھا۔ یہ نہ تھا۔ کہ جو یاد کیا۔ اس کے ورد کے طور پر پڑھ لیا۔ بلکہ وہ اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

رسولؐ کریم اور قرآن

اس کے بعد جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ تو وہاں حفظ قرآن کا خاص اہتمام کیا۔ قرآنی اجزاء حفظ بھی کرائے جاتے تھے اور ان کی تحریر بھی کرائی جاتی تھی۔ ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ کاغذ تو اس عہد میں موجود نہ تھا۔ عرب میں اس کی بجائے چمڑے کے ٹکڑے رق کہلاتے تھے۔ غرض ہر ممکن الحصول شئے اس مقصد کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا بھر کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور قرآن پورے کرہ ارض میں روشنی پھیلانے اور دنیا والوں کے ذہن و دماغ کو منوّر بنانے کے لئے نازل ہُوا تھا۔ اس لیئے اسے آگے چل کر ربع مسکون میں جو انقلاب پیدا کرنا تھا۔ وہ اس وقت تک ممکن نہ تھا۔ جب تک تعلیم عام نہ ہو۔ اور اس کی تخصیص کے قدیم رواج کو یکسر اور کلیتہً معدوم نہ کر دیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے "تاریخ عالم" میں سب سے پہلے تعلیم کو عام کرنے اور خواص کے دائرے سے نکال کر اسے عوام تک پہنچانے کے لئے یہ اعلان کیا کہ حصولِ علم منجملہ فرائض کے ایک فریضہ ہے۔ جس کی ادائیگی اور انجام دہی ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ اب گویا وقت آ گیا تھا۔ کہ علوم و فنون کی وہ قندیلیں جو صرف محلوں اور فلک فرسا عمارتوں کی روشنی کے لئے مخصوص رہتی تھیں چلی آئی تھیں۔ اُن کی روشنی جھونپڑوں تک بھی پہنچے۔ اور جس دینی سرچشمہ اور دنیوی فائدہ الزامی کو مختلف اقوام کے مختلف طبقات اپنے ہی لئے وقف و مختص بنا کے جمہور کو اس سے روکتے چلے آئے تھے۔ اس سے اب راعی اور رعایا بادشاہ و گدا اور اُمرا و غربا تک مستفیض ہوں۔ طلوع اسلام کے وقت تک بلاشبہ ہندوستان میں ایران میں یونان میں، مصر میں، روما میں، کسی نہ کسی حیثیت سے علوم موجود تھے لیکن عوام تک ان کی رسائی ممکن نہ تھی یہود میں، ہنود میں، عیسائیوں میں مجوسیوں میں بھی علم کا تھوڑا بہت چرچا تھا۔ لیکن وہ بھی مذہبی پیشواؤں اور امیروں تک محدود تھا۔ مذہبی تعلیم مذہبی پیشواؤں کے سوا اور کوئی حاصل ہی نہیں کر سکتا تھا۔ اس عالمگیر تخصیص اور دریائے علوم کے بند توڑنے کا سہرا قرآن اور صرف قرآن کریم کے سر ہے۔ رسول کریمؐ نے اوّلین فرصت میں ہجرت کے بعد تعلیم عوام کی بنائیں استوار کرنی شروع کیں۔ اور آپ نے عام مسلمانوں کو تعلیم یافتہ بنانے کی سعی شروع کر دی۔ تعلیم کے لئے قرآن سے بہتر اور کونسا نصاب ہو سکتا تھا۔ نصاب تو یہی رہا۔ لیکن اس وقت تک تکمیل نہ ہو سکتی۔ جب تک خواند کے ساتھ نوشت

کا اہتمام بھی نہ ہو۔ اس کی تدبیر یہ کی کہ جنگ بدر کے اسیروں کا فدیہ یہ قرار دیا کہ ان میں جو لکھنا جانتے تھے انہیں حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک دس دس مسلمانوں کو لکھنا سکھا دے اور بری ہو جائے۔ اس طرح چھ ماہ کی مدت میں بہت سے مسلمانوں کو لکھنا آ گیا۔ ان مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کو سکھایا اور نوشت و خواند عام ہونے لگی پھر تو جامعۂ صفّہ بھی قائم ہو گئی۔ جس کی تعلیم نے عرب کے شتربانوں کو جہاں بان اور کشورستاں بنا دیا۔

عہدِ رسالت اور قرآن

مسلمانوں میں تعلیم پھیلنے لگی۔ جو فرزندانِ توحید لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ وہ کتابت وحی کے منصب رفیع پر مامور ہونے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض حضرت علی کرم اللہ وجہ۔ حضرت زبیر رض حضرت مغیرہ بن شعبہ رض حضرت زید بن ثابت رض۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عامر بن فہیرہ وغیرہ وہ جلیل بزرگ ہیں جو وقتاً فوقتاً اس خدمت پر مامور رہے۔ یہ تو گویا ایک سرکاری صورت تھی کہ قرآن کریم جوں جوں نازل ہوتا جاتا تھا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے یہ بزرگ اسے باقاعدہ طور پر لکھتے اور مرتب کرتے جاتے تھے اس کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام بطور خود بھی اسے لکھتے جاتے تھے۔

یہ قرآن کریم ایک محفوظ کتاب میں مرقوم ہے۔ اسے صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں یہ قرآن مجید بڑی مشرف کتاب ہے۔ جو لوحِ محفوظ پر ثبت ہے (سورۃ بروج پ ۳۰)

قرآنی تحفظ کے لئے تمام غیبی و ظاہری طاقتیں وقف تھیں۔ وقف رہیں۔ اس لئے کہ یہ اپنے تقدس اور بلندیٔ شان کے لئے ایک بہترین اور مفید ترین کتاب ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت دنیا سے تشریف نہیں لے گئے۔ جب تک کہ قرآن کریم ایک حرف تو پہلے سے فرزندانِ توحید کے سینوں میں محفوظ نہ ہو گیا اور دوسری طرف اس نے ایک گو نہ مرتب اور مدوّن صورت اختیار نہ کر لی۔ اور اس کے تمام اجزاء ثبت و تحریر نہ ہو گئے۔ جب آپ علیل ہوئے ہیں۔ تو آپ کو اپنی رحلت کی اطلاع تو ہو ہی گئی تھی۔ آپ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رض کو بلوایا اور ان سے اسی دورانِ علالت میں پورا قرآن پڑھوا کر سُنا تا کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ یہ پوری صحت کے ساتھ یاد بھی ہے یا نہیں۔

عہد رسالت میں ترتیب و تدوین کے ساتھ ہی اس کی تعلیم بھی عام ہو گئی تھی اور پوری صحت کے ساتھ یہ سینوں میں محفوظ تھا۔ اس کے باوجود اس نے موجودہ کتابی صورت اختیار نہ کی تھی۔ اس کے اجزاء منتشر تھے۔ اور لخف (پتھر کی پتلی پتلی تختیوں پر) کتف (پالان کی لکڑیوں وغیرہ) رق (چمڑے کے اوراق) عسیب (کھجور کی چھالوں) اور کتف (بکریوں اور اونٹوں کے شانے کی چوڑی چوڑی ہڈیوں) پر لکھے ہوئے تھے

عہد صدیقی اور قرآن

وصال نبوی کے بعد امت میں بکثرت حافظ موجود تھے اور بے شمار مسلمانوں کے پاس قرآنی سورتیں مرقوم صورت میں موجود تھیں۔ حضرت انس رض جو ایک مدت تک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس رہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چار اشخاص نے قرآن جمع کیا۔ یہ چاروں انصاری تھے۔ (۱) ابی بن کعب (۲) معاذ بن جبل (۳) ابو زید (۴) اور زید بن ثابت۔ حضرت زید رض رسول کریم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کاتب وحی ہیں۔ آپ اس عہد کی حالت کے متعلق فرماتے ہیں۔ قرآن مجید مختلف پرزوں اور ٹکڑوں پر لکھا ہوا تھا۔ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہی سے لے کر قرآن مجید جمع کیا کرتے تھے۔

عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب سے جو جنگ لڑی گئی گو اس میں فتح اسلام کی ہوئی۔ مگر اس میں بکثرت حفاظ شہید ہو گئے۔ اس سے قرآنی اجزاء کو یکجا مرتب کرنے کی طرف خیال یکایک منتقل ہو گیا حضرت فاروق اعظم کو بہت تشویش پیدا ہوئی اور انہوں نے بارگاہ صدیقی میں حاضر ہو کر کہا کہ جنگوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر اسی طرح ان میں حافظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ حضرت فاروق اعظم اس وقت نائب سلطنت کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے مشورہ پر صدیق اکبر رض نے ۱۱ھ میں حضرت زید بن ثابت کاتب وحی کو قرآنی اجزاء کے یکجا جمع کرنے کا حکم دیا۔

قرآن کی ترتیب و تدوین کا کام شروع ہوا اور جس عنوان و احتیاط کے ساتھ شروع ہوا۔ اس کے متعلق حارث محاسبی کی یہ شہادت کافی ہے۔ اگرچہ حضرت زید بن ثابت خود حافظ تھے۔ لیکن انہوں نے یہ اہتمام کیا تھا کہ نہ اپنی یادداشت کو کافی سمجھتے تھے۔ اور نہ لکھے ہوئے کو۔ جب تک سماعت سے تائید نہ ہوتی۔ اور ہر آیت کے آیت ہونے کی شہادتیں بہم نہ پہنچ جاتیں۔ قلم کو جنبش میں نہ لاتے حضرت صدیق اکبر رض نے انہی آیتوں کے تحریر کرنے کا حکم دیا تھا۔ جو پہلے سے منتشر اجزاء میں لکھی ہوئی موجود تھیں چنانچہ جب حضرت زید بن ثابت رض کو سورہ برات کی آخری آیت لکھنے میں تامل ہوا۔ تو وہ آیت بھی آخر الامر لکھی ہوئی مل گئی۔ حالانکہ یہی نہیں۔ کہ جس نے یہ آیت یاد دلائی تھی اُسے خود زبانی یاد تھی۔ بلکہ خود حضرت زید بن ثابت رض کو بھی یاد تھی۔ لیکن صرف حافظہ پر اطمینان نہ ہوا۔ اللہ اللہ! بزرگان دین نے قرآن و احادیث کی صحت و تحقیق اور تقدیس پر کتنی توجہات مرکوز کیں اور اسے کتنی اہمیت دی۔ لیکن آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ دینیات میں وہ کسی کاوش و توجہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور جو بے پرواہ مولوی بے توجہی کے ساتھ بنا دیتے ہیں اسی کو صحت و صواب سمجھ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلام میں بہت سی غیر مشروع باتیں بھی شامل کر لی جاتی ہیں +

باقی آئندہ

انجمانہ رہیں

(۱) مستقل خریداروں کو پرچہ نہ ملنے کی اطلاع ایک ہفتہ کے اندر اندر کرنی چاہئے زیادہ دیر سے شکایت آنے پر دوبارہ پرچہ نہ بھیجا جا سکے گا۔

(۲) خط و کتابت یا منی آرڈر ارسال کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

(۳) مضامین نگار حضرات اپنے مضامین کتاب و سنت کی روشنی میں اردو ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھا کریں (مینجر)

بچوں کا صفحہ

جوشِ جہاد

از ڈاکٹر ایم علم دین صاحب ممتاز احمد پولیس لائن لائلپور

غزوہ بدر سنہ ۲ھ میں ماہ رمضان میں لڑا گیا۔ ۱۷ رمضان میں فتح و نصرت حاصل کی۔ یہ لڑائی بدر (ایک کنوئیں کا نام) کے مقام پر واقع ہوئی۔ مسلمانوں کی سب سے پہلی جنگ تھی اور اسلام کی سب سے پہلی فتح۔ اس میں مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی اور کافروں کی تعداد ۹۰۰ تھی۔ اس جنگ میں کافروں کے پاس ہر قسم کا اسلحہ موجود تھا۔ کافروں کے پاس گھوڑے اور اونٹ کثرت کے ساتھ تھے اور مسلمانوں کا صرف اللہ پر یقین تھا اور مسلمانوں کی فوج میں صرف دو گھوڑے تھے۔ باقی تمام پیادہ فوج تھی۔ لیکن وہ جانثاران اسلام کافروں کے مقابلے میں اس جذبہ اور اس ہمت سے لڑے کہ کافروں کو بُری طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

ان ۳۱۳ میں ایک ننھا مجاہد بھی تھا۔ جس کا نام عمر ابن وقاص تھا۔ شہر سے نکل کر آپ لشکر کو درست کرنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیرؓ سے کہا کہ تم فوراً چلے جاؤ تم تو ابھی بچے ہو۔ وہ رونے لگا کہ میں جنگ میں ضرور جاؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ میں جانے کی اجازت فرما دی۔ آپ نے بھی ایک ننھے مجاہد کی حیثیت سے گلے میں تلوار لٹکائی اور اس مٹھی بھر جانثاران اسلام کی فوج میں اس ننھے مجاہد کی آرزوئے جہاد اس قدر مفید ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی۔

معوذؓ اور معاذؓ

اس غزوہ میں دو بچوں نے بہادری کا کام سرانجام دیا ایک کا نام معوذؓ تھا اور دوسرے کا نام معاذؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو ان بچوں نے تہ تیغ کیا۔ ان بچوں نے اللہ کی درگاہ میں وعدہ کیا تھا کہ جب تک ہم ابوجہل کو مار نہ ڈالیں گے تب تک ہم چین سے نہ بیٹھیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں بچے بدر کے میدان میں ابوجہل پر جھپٹے اور اس ظالم کو مار ڈالا۔ اس سب سے بڑے سردار کے قتل سے کافروں کے حوصلے پست ہو گئے۔

رافعؓ اور سمرہؓ

غزوہ اُحد کے موقع پر دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ ان کے نام رافعؓ اور سمرہؓ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ابھی بچے ہو تم واپس چلے جاؤ بڑے ہو کر جہاد میں شریک ہونا۔

رافعؓ جو سب سے کم عمر تھا۔ انگلیوں کے بل کھڑا ہو گیا تاکہ اونچا نظر آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو اس حالت میں دیکھا تو اس کو جنگ میں شریک کر لیا۔ اس پر سمرہ جو سب سے کم عمر تھا رو پڑا۔ اور کہنے لگا کہ میں کشتی میں رافع کو گرا سکتا ہوں۔ دونوں کی کشتی کرائی گئی تو واقعی ہی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ کو بھی جہاد میں جانے کی اجازت دے دی۔

پیارے بچو! اس زمانے میں بچوں کو جہاد میں جانے کا کتنا ذوق و شوق ہوتا تھا۔ وہ میدان کارزار کی صعوبتوں کو جانتے ہوئے بھی نہ گھبراتے تھے۔ ان کے والدین خوشی سے جنگ میں جانے کی اجازت دیتے۔ اور آج بچوں کا یہ حال ہے کہ جنگ کے نام سے ہی خوف کھاتے ہیں۔

تبصرہ

فہم اسلام: مؤلفہ پروفیسر عبدالقیوم صاحب ایم۔ اے شعبۂ عربی و اسلامی علوم۔ گورنمنٹ کالج لاہور

ضخامت ۱۹۶ صفحات۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ عمدہ کتابت معمولی۔ طباعت بہتر۔ قیمت مجلد چار روپے

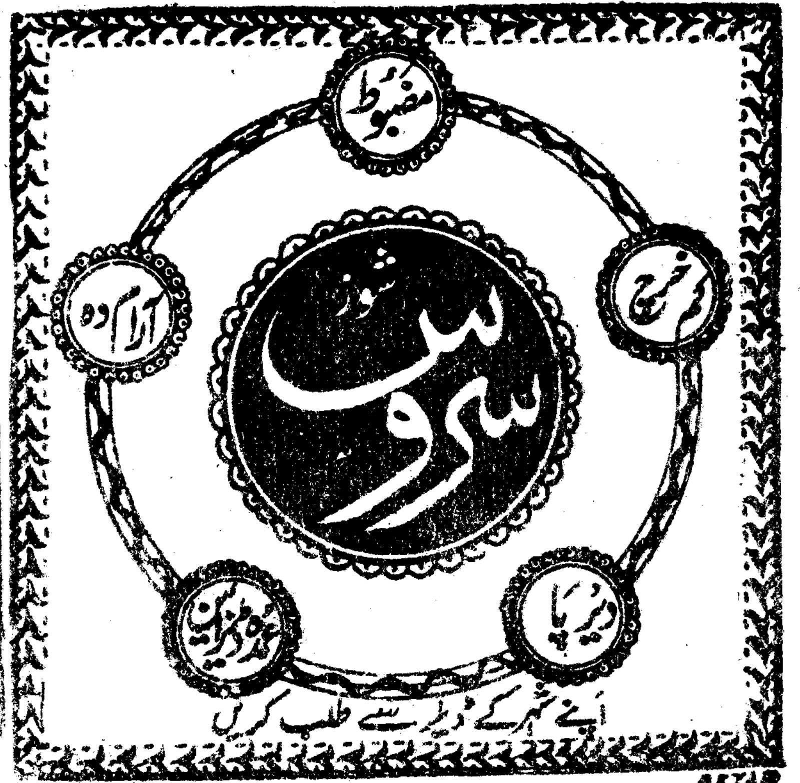
ملنے کا پتہ:۔ یونیورسٹی بک ایجنسی۔ ۳ کچہری روڈ لاہور

اصل میں یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے مقرر کردہ نصاب تعلیم کے مطابق بی۔ اے کے طلبۂ علوم اسلامی (لازمی اختیاری) کے لئے تالیف کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلباء کی سہولت کے لئے ابتداء میں نصاب تعلیم بھی درج کر دیا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مذاہب اربعہ کے متعلق مفید معلومات نے کتاب کو اسم بامسمّٰی بنا دیا ہے۔ ان معلومات کی وجہ سے نہ صرف طلباء بلکہ عام مسلمان بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ سورہ الفاتحہ اور سورہ البقرہ کے ربع اوّل کا ترجمہ تشریح طلب الفاظ کے معانی۔ سورہ المائدہ کا ترجمہ اور تفسیر اور صرفی و نحوی مسائل میں رہنمائی کے لئے اشارات مزید برآں ہیں۔

غرضیکہ کتاب اسلامی تعلیم کا ایک مختصر مگر مفید گنجینہ ہے۔ اللہ تعالےٰ مؤلف کی محنت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

آخر میں ہم فاضل مؤلف کی توجہ کے لئے عرض کرتے ہیں کہ مکی اور مدنی سورتوں کی تعریف دو جگہ بیان کی گئی ہے۔ صفحہ ۲۴ اور صفحہ ۱۴۷ پر۔ دونوں میں لفظی تضاد پایا جاتا ہے۔ صفحہ ۱۴۷ والی تعریف صحیح ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں صفحہ ۲۴ کی عبارت میں ترمیم کر دی جائے تاکہ طلباء کے دلوں میں تشویش پیدا نہ ہونے پائے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر- عبدالمنان جوہان







پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا -